

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

محمد اسحاق *

Abstract

Islam recognizes the right of individual ownership of material things in this world. A person can hold all kinds of Halal material things in his individual possession. However, Islamic Shari'a doesn't allow such a concept of individual ownership which is given in Capitalism and as adopted by Western world. The Western world's concept about individual ownership is very liberal and without any restrictions. While, Islam doesn't give full liberty to any individual but rather instructs them to own and possess Halal material things via legitimate sources, and also instructs the right usage of these material things in the light of Qur'an and Sunnah. The benefit of this Islamic law is that disqualified individuals, such as an insane person or children, have no right on disposing his or her individual property. Similarly, in the eyes of Islam, an individual person is not allowed to dispose his or her property in such a way which causes trouble and inconvenience to others, for example a person cannot dig a well on his own land which causes trouble and inconvenience to others. Islam prohibits such disposing of an individual's property.

KEYWORDS: Owner ship, Islamic Shari'a, Capitalism.

اس جہاں میں موجود اشیاء انسانوں کی خدمت اور بھلائی کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بہت سی اشیاء انسانوں کی ملکیت کر دی ہیں تاکہ لوگوں کے لیے ان اشیاء سے استفادہ ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ سہل بھی ہو۔ لیکن دین اسلام میں ملکیت کا ایک خاص مفہوم اور متعین دائرہ کار ہے جو کہ سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی تصور سے بالکل مختلف ہے۔ انسان اپنی عملی زندگی سے ملکیت کا ایک عام تصور پیش کرتا ہے

* ڈاکٹر محمد اسحاق، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی، کراچی۔

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

اور وہ یہ کہ انسان جیسے چاہے اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کر سکتا ہے اور غیر کو اس میں تصرف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لیکن یہ فقط ہمارا ایک ذہنی تصور ہے اور وسیع تصور ہے ورنہ شریعت نے اس کی ایک حد متعین کی ہے وہ یہ کہ مالک اپنی مملوکہ شے میں ایک محدود دائرے میں رہ کر تصرف کر سکتا ہے۔ انسان اس سلسلے میں آزاد اور بے قید بالکل بھی نہیں ہے۔ ہمیشہ اللہ اور رسول کے احکامات کا محتاج ہے۔ اور ملکیت کے مفہوم کے مابین یہی وہ اختلاف ہے جو شریعت اسلامیہ اور مغربی محققین کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ہمارے فقہائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مغربی محققین ملکیت کا کیا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ ذیل میں چند محققین کی آرا اور تشریحات ذکر کی جاتی ہیں۔

ملکیت کا مفہوم قرآن و حدیث کی روشنی میں

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ”فتح القدیر“ میں تحریر فرماتے ہیں:

وهو عبارة عن القدرة على التصرفات في المحل شرعاً لا المانع^(۱)

”ملکیت اس قدرت کو کہتے ہیں جو انسان کو اپنی مملوکہ شے میں تصرف کے وقت ازروئے شرع حاصل ہو مگر یہ کہ کوئی مانع موجود ہو۔“

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ ملکیت کا مفہوم اپنی مشہور کتاب ”الاشباہ والنظائر“ میں کچھ اس طرح

لکھتے ہیں:

الملك قدرة يثبتها الشارع ابتداءً على التصرف لا المانع^(۲)

”ملکیت شے مملوکہ میں ابتداءً اس تصرف کرنے کا نام ہے جس کا منبع شارع کا اذن اور اجازت ہو مگر یہ کہ کوئی مانع موجود ہو۔“

ملکیت کی انھی دو تعریفوں کو محققین نے ترجیح دی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ان سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ مالک اور شے مملوکہ میں جو تعلق ہے وہ تعلق شرعی ہے کہ حقیقت میں ازروئے شرع مالک کو مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ کسی مالک کیلئے شارع کی اجازت ہی وہ دائرہ اور حد ہے جو کہ مقصود ہے یعنی شارع جہاں اجازت دے وہاں مالک کے لیے تصرف کرنا جائز ہے اور جہاں تصرف کرنے سے شارع روکے، وہاں مالک کے لیے اپنی مملوکہ شے میں تصرف کرنا جائز ہے۔ اور اسی کو علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم نے مزید ”الامانع“ کہہ کر واضح کر دیا ہے کہ اگر اس شے مملوکہ میں تصرف کرنے کے لیے کوئی مانع موجود ہو تو پھر مالک اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔ یہاں اہل علم نے مانع کی تشریحات دو طرح سے کی ہیں اور دونوں ہی یہاں مرد ہیں۔ ایک تشریح کا تعلق مالک کے ساتھ ہے اور

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

دوسری کا تعلق مالک کے علاوہ دیگر افراد کے ساتھ ہے۔ مالک کے لیے اس کا جنون اور بچپنا وغیرہ مانع ہیں۔ اور دوسری صورت میں دیگر افراد کا ضرر مانع ہے، کہ مالک کو کسی ایسے تصرف کا اختیار نہیں ہے جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہو۔ چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مجیب اللہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”اسلامی فقہ“ میں لکھتے ہیں:

”اپنی ملکیت کے تصرف اور انتقال میں آدمی اس وقت تک آزاد ہے جب تک دوسرا مانع نہ ہو یعنی وہ حق استعمال دوسروں کے لیے مضر نہ ہو مثلاً ایک شخص اپنی زمیں میں کنواں کھود رہا ہے مگر وہ راستے پر پڑتا ہے تو اسے اس سے روک دیا جائے گا“^(۳)

مولانا مجیب اللہ ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں مانع سے وہ تشریح مراد لی ہے جس کا تعلق مالک کے علاوہ دیگر افراد کے ساتھ ہے کہ اپنی مملوکہ شے میں ایسا تصرف کرنا جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہو یہ جائز نہیں۔ شرع اس کی اجازت نہیں دیتا، جیسے اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے اور اس سے دوسرے لوگوں کو گزر بسر وغیرہ کے حوالے سے تکلیف ہو تو حاکم وقت مالک کو اس طرح کے تصرف سے روک سکتا ہے۔

اسی سے فقہائے کرام نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ:

یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام

”کہ عام لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے اپنے نقصان کو برداشت کرنا ہوگا۔“

صاحب مجملہ ملکیت کا مفہوم ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں:

الملک ما ملکہ الانسان سواء كان اعياناً او منافع^(۴)

”ملک وہ ہے جس کا انسان مالک ہو جائے خواہ وہ مملوک اعیان کے قبیل سے ہو یا منافع کے قبیل سے۔“

اعیان اور منافع کی تشریح

پھر اسی مفہوم کی روشنی میں شرح المجملہ والے نے اعیان اور منافع کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الاعیان كالعروض والعقار والحيوان۔ والمنافع كالسكنی^(۵)

”اعیان عروض، جائیداد اور حیوان کو اور منافع رہائش کو کہتے ہیں۔“

یعنی جو چیزیں ہمیں آنکھوں سے نظر آنے والی ہیں وہ اعیان ہیں جیسے مکان عین ہے اسی طرح زمین اور گاڑی وغیرہ اعیان ہیں، البتہ ان چیزوں سے حاصل والے جو منافع ہیں مثلاً مکان سے رہائش کا فائدہ،

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

زمین سے کھیتی باڑی اور زراعت وغیرہ کا فائدہ اور گاڑی سے سواری کا فائدہ، یہ اعیان نہیں بلکہ منافع میں سے ہیں۔ الغرض اعیان ہوں یا منافع یہاں دونوں کو ملکیت میں شمار کیا گیا ہے۔ ہمارے فقہائے کرام کی طرف سے ملکیت کا ایک اور مفہوم جس سے متعلق دکتور وہبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

وقد عرف الفقهاء الملك بتعاريف متقاربة مضمونها واحد ولعل افضلها هو ما ياتي (١)
اور البتہ ملکیت سے متعلق فقہائے کرام نے مختلف تعریضیں کی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور شاید بہتر تعریف وہ ہے جو ابھی ذکر کی جاتی ہے۔
گویا دکتور وہبہ الزحیلی ”ولعل افضلها هو ما ياتي“ کہہ کر آنے والی اس تعریف کو ترجیح دے رہے ہیں۔
چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

الملك اختصاص بالشيء يمنع الغير منه، ويمكن صاحبه من التصرف فيه ابتداءً لا لمانع شرعي (٢)
”ملکیت کسی شے کے اس طرح خاص کر دینے کو کہتے ہیں جو غیر کو اس شے سے روکے اور مالک کیلئے ابتداءً اس میں تصرف کرنا ممکن ہو مگر یہ کہ کوئی شرعی مانع موجود ہو۔“
مطلب یہ ہوا کہ ملکیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شے کسی کے ساتھ ایسے خاص ہو جائے کہ کوئی دوسرا پھر اس میں تصرف نہ کر سکے۔ اور وہ شے مالک کے ساتھ اس طرح خاص ہو جائے کہ مالک شریعت کی رو سے جس طرح تصرف کرنا چاہے کر سکے اور وہ اس شے میں تصرف کرنے میں غیر کی اجازت کا محتاج نہ ہو۔
”الامانح“ کی تشریح

اس تعریف کے بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر وہبہ الزحیلی خود اس کی وضاحت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فاذا حاز الشخص مالاً بطريق مشروع أصبح مختصاً به واختصاصه به يمكنه من الانتفاع به و
التصرف فيه الا اذا وجد مانع شرعي يمنع من ذلك كالجنون والعتة والسفه والصغر و
نحوها كما ان اختصاصه به يمنع الغير من الانتفاع به والانتفاع به لا اذا وجد مسوغ شرعي
يسمح له ذلك كولاية الوصاية وكالة (٣)

”پس جب کوئی شخص از روئے شرع اپنے پاس کوئی چیز روکے تو وہ شے اس کے ساتھ خاص ہو جاتی ہے۔ اور اس شے کے خاص ہو جانے کی وجہ سے اس آدمی کا اس سے فائدہ اٹھانا اور تصرف کرنا ممکن ہو جاتا ہے مگر یہ کہ کوئی مانع شرعی موجود ہو جو اسے ان کاموں سے روکے، جیسے جنون، کم

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

عقلی، بیوقوفی یا بچپنا وغیرہ۔ اور اسی طرح وہ شے اس آدمی کے ساتھ ایسے خاص ہو جو غیر کو اس سے فائدہ اٹھانے اور تصرف کرنے سے روکے، مگر یہ کہ کوئی ایسا شرعی سبب موجود ہو جو غیر کے فائدہ اٹھانے اور تصرف کرنے کو مباح کر دے، جیسے ولایت، وصیت اور وکالت۔“

گویا ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمۃ اللہ یہاں مانع سے وہ تشریح مراد لے رہے ہیں جس کا تعلق مالک کے ساتھ ہے۔ اور درست بات بھی یہی ہے کہ مانع سے دونوں طرح کی تشریحات مراد لی جائیں۔ کیونکہ دونوں کا منبع قرآن و سنت ہے۔ اور فقہانہی موانع کو اپنی تشریحات میں بیان کرتے ہیں۔ اس وضاحت سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مالک کے لیے اپنی شے مملوکہ میں تصرف کرنے اور فائدہ اٹھانے سے جو چیز رکاوٹ ہے وہ جنون، بیوقوفی اور صغر ہے، اور اسے فقہاء کے ہاں حجر کہا جاتا ہے۔ اور حجر کسی کو تصرف وغیرہ سے روک دینے کو کہتے ہیں، چنانچہ صاحب ہدایہ اس سے متعلق لکھتے ہیں:

الاسباب الموجبة للحجر ثلاثة الصغر، الرق و الجنون فلا يجوز تصرف الصغير الا باذن وليه و لا تصرف العبد الا باذن سيده ولا يجوز تصرف المجنون المغلوب بحال^(۹)

”وہ اسباب جو کسی کو تصرف سے روک دینے کا موجب ہیں وہ تین ہیں بچپنا، غلامی اور جنون۔ پس چھوٹے کا تصرف جائز نہیں مگر اپنے ولی کی اجازت سے اور نہ ہی غلام کا تصرف مگر آقا کی اجازت سے اور مجنون مغلوب العقل کا تصرف کبھی بھی جائز نہیں ہے۔“

معلوم یہ ہوا کہ چھوٹا بچہ اس وقت اپنی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے جب اس کو اس کا ولی اجازت دے اور غلام اپنی ملکیت میں تصرف اس وقت کر سکتا ہے جب اس کو اس کا آقا اجازت دے، لیکن مغلوب العقل انسان کسی بھی صورت اپنی ملکیت میں تصرف نہیں کر سکتا۔ اب یہ کہ اس قسم کے افراد اپنی ملکیت میں تصرف کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟ صاحب ہدایہ خود اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اما الصغير فلنقصان عقله غير ان اذن الولي اية اهليته و الرق لرعاية حق المولى كيلا يتعطل منافع عبده۔ والجنون لا يجامعه الاهلية فلا يجوز تصرفه بحال^(۱۰)

”بچہ عقل کے کم ہونے کی بنا پر لیکن ولی کی اجازت اس کی اہلیت کی نشانی ہے اور غلام آقا کے حق کی رعایت رکھنے کی وجہ سے تاکہ غلام سے حاصل ہونے والے منافع معطل نہ ہو جائیں اور مجنون صلاحیت کے بالکل نہ ہونے کی بنا پر، پس اس کا تصرف کبھی بھی جائز نہیں۔“

مندرجہ بالا عبارت میں بچے، غلام اور مجنون کو اپنی اپنی ملکیت میں تصرف نہ کر سکنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ بچہ اس لیے تصرف نہیں کر سکتا کہ کم عقل ہے، ہو سکتا ہے اس کم عقلی کی بنا پر وہ کوئی ایسا فیصلہ اور تصرف کر ڈالے جو از روئے شریعت ممنوع ہو اور دوسروں کیلئے تکلیف کا سبب بنے۔ لیکن فرمایا کہ

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

جب وہ بچہ بڑا ہو جائے اور ولی اس میں کوئی صلاحیت اور اہلیت دیکھ کر اسے تصرف کرنے کی اجازت دے تو ایسی صورت میں اس کا تصرف درست تصور کیا جائے گا۔ اور غلام کو اپنے آقا کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے تصرف سے روکا جاتا ہے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلام کے کسی تصرف کی وجہ سے، آقا کے جو اپنے اس غلام سے منافع تھے، وہ قتل کا شکار ہو جائیں۔ تو آقا کے حقوق کی رعایت کی بنا پر غلام کو ہر قسم کے تصرف سے روک دیا جاتا ہے۔ اور مجنون کو تصرف سے روکے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تصرف کرنے کی بالکل ہی اہلیت اور صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ وہ مستقل مغلوب العقل ہونے کی وجہ سے کبھی بھی صحیح اور درست فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اب صاحب ہدایہ نے جو صغر یعنی چھوٹے کے تصرف نہ کر سکنے کی وجہ بیان کی ہے اس حوالے سے صاحب بنایہ ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أما الصغير أى الصغير العاقل أما الصغير الذى لا عقل له فهو كالمجنون المغلوب^(۱۱)

”صغير سے مراد وہ بچہ ہے جو عقلمند ہو لیکن اگر بچہ بیوقوف ہو تو پھر وہ مجنون مغلوب العقل کی طرح ہے۔“

علامہ عینی بے وقوف بچے کو مجنون کے حکم میں رکھتے ہیں، کہ جس طرح مجنون مغلوب العقل کو کبھی بھی (ولی کی اجازت ہو یا نہ ہو) اپنی ملکیت میں کسی بھی قسم کے تصرف کے اجازت نہیں ہوتی بالکل اسی طرح بے وقوف بچے کو بھی اپنی ملکیت میں (ولی کی اجازت ہو یا نہ ہو) کسی بھی قسم کے تصرف کی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ بالغ مجنون مغلوب العقل اور بے عقل بچے میں اپنی ملکیت میں تصرف نہ کر سکنے کی وجہ ایک ہے اور وہ ہے اہلیت اور صلاحیت کا نہ ہونا۔

ملکیت کا مفہوم مغربی محققین کے نزدیک

ہمارے فقہائے کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ملکیت کا جو مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے مقابلے میں مغربی محققین اس حوالے سے کیا کہتے ہیں۔ مشہور مغربی محقق ماہر قانون جان آسٹن لکھتے ہیں:

”اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے یہ کسی متعین شے پر ایک حق کی نشاندہی کرتا ہے جو استعمال کے اعتبار سے غیر محدود اور تصرف و انتقال کے اعتبار سے بے قید ہے“^(۱۲)

گویا ان کے ہاں ملکیت کے اس مفہوم کی روسے انسانی ذہن میں ملکیت کا تصور بالکل بے قید ہو کر رہ جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے کیونکہ اس تعریف سے اس بات کی بو آتی ہے کہ انسان جس طریقے پر چاہے دولت حاصل کرے۔ اور یہ کہ مالک جس طرح چاہے اپنی مملوکہ شے میں تصرف کرے اگرچہ ایک

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

عام آدمی کو اس سے ضرر ہو۔ جبکہ یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ ہمارا مذہب اس کی اجازت بالکل نہیں دیتا کہ انسان جس طرح چاہے دولت سمیٹے اور پھر اس میں تصرف کے حوالے سے عام لوگوں کی تکلیف کا احساس بھی نہ کرے۔

تقیدی جائزہ

شریعت اسلامیہ نے مالک کے اپنی مملوکہ شے میں تصرف کرنے کے لیے جو ایک محدود دائرہ متعین کیا ہے مغربی محقق جان آسٹن نے اپنی تعریف میں ”غیر محدود“ کہہ کر اس دائرے کو بھی ختم کر دیا ہے جبکہ اس محدود دائرے کا ہونا لازمی ہے کیونکہ اس محدود دائرے میں رہ کر ہی ہمارا دین مالک کو تصرف کی اجازت دیتا ہے اور اس سے باہر کے تصرف سے روکتا ہے۔

چنانچہ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد تقی امینی ’’اسلام کا زرعی نظام‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں: ”اسلام نے اس بحث کو ایک لفظ خلافت سے ختم کر دیا ہے کہ کھیتی باڑی ہی کی کیا خصوصیت ہے زمین و آسمان کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ ہے اور یہ ساری چیزیں بحیثیت خلیفہ انسان کو بطور امانت استعمال کے لیے دی گئی ہیں، اور ہر امین کو ان کے استعمال کا حق اسی وقت تک ہے جب تک اس سے مفاد عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ خلافت کو اس کا جائز حق پائمال کیے بغیر ہر تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔“

اس حق استعمال اور حق انتفاع کو ملکیت سے تعبیر کریں تو مضائقہ نہیں اور نہ اس سے کسی اصول کلیہ پر زور پڑتی ہے بلکہ اسلام میں جہاں کہیں بھی شخصی و اجتماعی ملکیت کا ذکر ہے اس سے اسی قسم کی ملکیت مراد ہے“ (۱۳)

مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات“ میں تحریر کرتے ہیں: ”مطلب یہ کہ اللہ کی طرف جو مال کی اضافت ہے وہ حقیقی مالک کی طرف ہے جو ہر شے کا خالق اور رب ہے، ان آیات میں مومن بندوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ یہ باور کریں کہ ان کے پاس جو بھی مال ہے وہ حقیقت میں اللہ کا مال ہے، لہذا وہ اس کے خرچ کرنے میں اللہ کی مرضی کا پورا لحاظ رکھیں، قرآن مجید میں مال کے خرچ کرنے کے متعلق جو ہدایات ہیں ان کے مطابق خرچ کریں، اور جیسا کہ پہلے ایک مقام پر عرض کیا گیا کہ کسی شے کے متعلق کسی انسان کی جو ملکیت ہوتی ہے وہ اللہ کی بہ نسبت نہیں دوسرے انسانوں کی بہ نسبت ہوتی ہے، اللہ کی بہ نسبت کوئی انسان نہ صرف یہ کہ کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود بھی اللہ کا مملوک ہے۔“ (۱۴)

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

درج بالا وضاحت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کو ہر اعتبار سے بغیر کسی قید اور حد کے اپنی مملوکہ شے میں مکمل تصرف کا اختیار اس وقت ہوگا جب انسان حقیقت میں اس شے کا مالک ہو جائے گا لیکن بات یہ ہے کہ انسان تو حقیقی مالک ہے ہی نہیں، انسان کو تو فقط منصب خلافت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر مالک بنایا ہے۔ انسان کی حیثیت امین کی ہے جس کی وجہ سے انسان اشیاء کے استعمال میں بالکل آزاد نہیں ہے بلکہ دین کے احکامات کا محتاج ہے۔

جان آسٹن کے اسی مغربی نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ بطور تبصرہ اپنی کتاب ”اسلام کا اقتصادی نظام“ میں یوں لکھتے ہیں:

”اور اسی طرح انفرادی ملکیت کو کلیۃً بے قید اور محدود رکھنا، سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے تمام اثرات اور نتائج بد کو بروئے کار لانا ہے۔ اس لیے اعتدال کی راہ یہ ہے کہ آمدنی اور ذرائع آمدنی (ملا زمین) میں انفرادی ملکیت کے جواز کو ایسے قیود و شرائط کے ساتھ مقید کر دیا جائے کہ مفاسد پیدا نہ ہونے پائیں اور انسان کے انفرادی حقوق کا انسداد بھی لازم نہ آئے، کیونکہ علم الاخلاق اور علم الاجتماع دونوں کا یہ مسلمہ نظریہ ہے کہ انفرادی حقوق و فرائض کا اعتدال ہی اجتماعی حقوق و فرائض کا بہترین کفیل ہے۔“ (۱۵)

مولانا مجیب اللہ ندوی اپنی کتاب ”اسلامی فقہ“ میں لکھتے ہیں:

”اس تعریف میں ملکیت کے انتقال اور تصرف کے حق کو بالکل بے قید بنادیا گیا ہے، جو حدود قیود سے بالکل آزاد ہے، خواہ اس سے دوسرے کو کتنا ہی نقصان پہنچے، اس کے برخلاف اسلامی شریعت میں ملکیت کے تصرف اور انتقال میں دو قیدیں ایسی لگی ہوئی ہیں کہ اس سے ملکیت میں تصرف اور اس کا انتقال اور استبدال شتر بے مہار نہیں ہو پاتا، ایک شرط تو یہ لگی ہوئی ہے کہ ملکیت میں تصرف شارع کی اجازت سے ہو یعنی شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کا استعمال اور تصرف جائز نہیں، دوسرے اپنی ملکیت کے تصرف اور انتقال میں آدمی اس وقت تک آزاد ہے جب تک دوسرا مانع نہ ہو یعنی وہ حق استعمال دوسروں کیلئے مضر نہ ہو، مثلاً ایک شخص اپنی زمین میں کنواں کھود رہا ہے، مگر وہ راستے پر پڑتا ہے تو اسے اس سے روک دیا جائے گا۔“ (۱۶)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”معاشیات اسلام“ میں صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں:

”جائز ذرائع سے جو کچھ انسان حاصل کرے اُس پر اسلام اس شخص کے حقوق ملکیت تو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے استعمال میں اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑتا، بلکہ اس پر بھی متعدد طریقوں

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

سے پابندی عائد کرتا ہے۔“ (۱۷)

تھوڑا سا آگے چل کر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ مزید وضاحت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں:

”خرچ کرنے کے جتنے طریقے اخلاق کو نقصان پہنچانے والے ہیں یا جن سے سوسائٹی کو نقصان پہنچتا ہے وہ سب ممنوع ہیں۔ آپ جوئے میں اپنی دولت نہیں اڑا سکتے، آپ شراب نہیں پی سکتے، آپ زنا نہیں کر سکتے، آپ گانا بجانے اور ناچ رنگ اور عیاشی کی دوسری صورتوں میں اپنا روپیہ نہیں بہا سکتے، آپ ریشمی لباس نہیں پہن سکتے، آپ سونے اور جواہر کے زیورات یا برتن استعمال نہیں کر سکتے، آپ تصویروں سے اپنی دیواروں کو مزین نہیں کر سکتے۔ غرض یہ کہ اسلام نے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے جن سے انسان کی دولت کا بیشتر حصہ اس کی اپنی نفس پرستی پر صرف ہو جاتا ہے۔ وہ خرچ کی جن صورتوں کو جائز رکھتا ہے وہ اس قسم کی ہیں کہ آدمی بس ایک اوسط درجہ کی شستہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرے۔“

اس سے زائد اگر کچھ بچتا ہو تو اسے خرچ کرنے کا راستہ اس نے یہ تجویز کیا ہے کہ اسے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں، رفہ عام میں، اور ان لوگوں کی امداد میں صرف کیا جائے جو معاشی دولت میں سے اپنی ضرورت کے مطابق حصہ پانے سے محروم ہو گئے ہیں۔ اسلام کے نزدیک بہترین طرز عمل یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کمائے اسے اپنی جائز اور معقول ضرورتوں پر خرچ کرے اور پھر بھی جو بچ رہے اُسے دوسروں کو دے دے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔“ (۱۸)

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اپنی کتاب ”اسلام کا نظریہ ملکیت“ میں تحریر کرتے ہیں:

”حق ملکیت کی یہ تعریف اسلامی تصور ملکیت سے ہٹی ہوئی ہے کیونکہ اسلامی تصور ملکیت میں اطلاق اور بے قیدی کا پہلو نہیں پایا جاتا، مالک کا تصرف اللہ کے حکم کے تابع ہے، اللہ نے فرد کے اس حق کو ایسے حدود کا پابند بنایا ہے جن کا منشا خود مالک کی شخصیت اور دوسرے افراد نیز پورے معاشرے کو ملکیت کے مضر استعمال سے محفوظ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ نے حق ملکیت کے ساتھ مالک پر کچھ مثبت ذمے داریاں بھی عائد کی ہیں جو اس حق سے علیحدہ نہیں کی جاسکتیں، اکثر اوقات یہ ذمے داری اپنی ملکیت میں دوسروں کا حق تسلیم کرنے، اس میں سے ان کا حصہ نکالنے یا انھیں اس کے استعمال کا موقع دینے اور خود استعمال کرتے وقت دوسروں کے مصالح کو بھی ملحوظ رکھنے کی شکل میں عائد کی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ان حدود اور ذمے داریوں کے ہوتے ہوئے ملکیت کا کوئی بے قید اور مطلق تصور اسلامی نظریہ میں راہ نہیں پاسکتا۔“ (۱۹)

معلوم ہوا کہ ملکیت کی تعریف بے قید اور غیر محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کے کچھ اصول و

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

ضوابط اور تصرف کے لیے ایک دائرہ متعین ہونا چاہیے، اور یہ سب کچھ دین اسلام نے پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔ اور اسلام نے کچھ حدود و قیود بیان کر کے مالک کو دائرہ تصرف اور ملکیت کے اصولوں میں قید کر دیا ہے۔ اور خاص طور پر دین اسلام یہ ہدایت کرتا ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں تصرف اور اس کے انتقال میں اس وقت تک آزاد ہے جب تک کسی غیر کو اس سے کسی بھی قسم کا نقصان نہ ہو ورنہ دوسرے فرد کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے اس تصرف سے خود کو روکنا ہو گا۔ اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ نے اس محدود دائرے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ وہ ناجائز ذرائع بتا دے دیے جن میں دولت خرچ کرنا درست نہیں ہے۔

قوم شعیب اور نظریہ ملکیت

مغربی ماہر قانون جان آسٹن کی معروضات کی روشنی میں جب ہم ذرا ماضی کی طرف دیکھتے ہیں تو قرآن کریم کے مطالعے سے ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ ملکیت کے حوالے سے کچھ ایسا ہی نظریہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا بھی تھا۔ اس قوم میں ایک بہت بڑا مرض اشیا کو ناپ تول میں کمی کے ساتھ فروخت کرنا تھا جس کے ذریعے وہ لوگوں کے ساتھ زیادتی کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ثمن یعنی قیمت کی مکمل وصولی کرنے کے بعد ناپ تول میں کمی کرنا گاہک پر زیادتی کرنا ہے۔ جو کہ یقیناً حرام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فتنج حرکت کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔

اس برائی کے بارے میں حضرت شعیب علیہ السلام نے مختلف انداز سے اپنی قوم کو سمجھایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے متعلق ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”آپ خطیب الانبیاء ہیں۔“ آپ نے اپنے حسن بیان کے ذریعے اپنی قوم کو مختلف طریقوں سے سمجھانے کی کوشش فرمائی، مگر یہ سب کچھ سننے کے بعد قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وہی جواب دیا جو ظالم قومیں اپنے مصلحین کو دیا کرتی ہیں۔ قوم نے مذاق اڑایا اور کہنے لگے:

ياشعیب أصلو تک تا مرک ان نترک ما یعبدا بائنا و أن نفعل فی أموالنا ما نشاء (۲۰)

”اے شعیب (علیہ السلام) کیا تمہاری یہ نماز تمہیں یہ حکم کرتی ہے کہ ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش اور پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں، اور یہ کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں۔“

یعنی قوم نے کہا کہ آپ کی نمازیں ہمارے معاملات پر اثر انداز نہ ہوں۔ عبادات کو معاملات سے بالکل الگ رکھا جائے۔ کیونکہ ہم اپنے اموال میں اپنی صوابدید پر تصرف کرتے ہیں۔ لہذا اس حوالے سے

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

حلال و حرام کے مابین کے مسائل پر عمل کرنے کے لیے ہمیں مجبور بالکل نہ کیا جائے۔ گویا کہنا چاہ رہے تھے کہ اس سلسلے میں ہم بے قید اور آزاد تھے، اب بھی بے قید اور آزاد ہی رکھا جائے۔ جیسا کہ مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ”معارف القرآن“ کی جلد ۴، صفحہ ۳۶۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

”ان کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی یوں سمجھتے تھے کہ دین و شریعت کا کام صرف عبادت تک محدود ہے، معاملات میں اس کا کیا دخل ہے، ہر شخص اپنے مال میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اُس پر کوئی پابندی لگانا دین کا کام نہیں۔“^(۲۱)

اسی پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ ’’معاشیات اسلام‘‘ میں لکھتے ہیں:

”اسی بنیاد پر قرآن یہ اصول قائم کرتا ہے کہ انسان ان ذرائع کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں نہ تو آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے خود حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے حدود وضع کر لینے کا مجاز ہے، بلکہ یہ حق خدا کا ہے کہ اس کے لیے حدود مقرر کرے، وہ عرب کی ایک قدیم قوم، مدین کی اس بات پر مذمت کرتا ہے کہ وہ لوگ کمائی اور خرچ کے معاملے میں غیر محدود حق تصرف کے مدعی تھے۔“^(۲۲)

گویا اپنی دولت کو خرچ کرنے میں بے قید اور آزاد تصور قوم شعیب میں پایا جاتا تھا جس پر ان کی مذمت کی گئی اور ان کے اس عمل کو فساد فی الارض کا سبب کہا گیا۔ لہذا قرآن و سنت کی روشنی میں فرد اپنی دولت کو صرف کرنے میں ہرگز آزاد نہیں ہو گا بلکہ دین اسلام کے احکامات کا محتاج اور پابند ہو گا۔

خلاصہ

دین اسلام انسان کی انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ البتہ شریعت اسلامیہ میں ملکیت کا وہ تصور نہیں ہے جو سرمایہ دارانہ نظام اور اہل مغرب کا ہے۔ اس حوالے سے مغربی تصور بالکل آزاد اور بے قید ہے، جبکہ اسلام اس تصور کو آزاد بالکل نہیں رکھتا بلکہ مالک کو قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی املاک میں تصرف اور استعمال کا حکم کرتا ہے۔ تاکہ کوئی نااہل تصرف نہ کر سکے اور فرد کے تصرف سے کسی دوسرے شخص کو ضرر اور تکلیف نہ پہنچے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اہل علم نے یہی تصریحات کی ہیں۔

مغرب کا نظریہ ملکیت اور اسلام، تقابلی جائزہ

حوالہ جات

- (۱) ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدير، المكتبة الرشيد، كونسٲ، ۱۴۰۵ھ، ج ۵، ص ۴۵۶
- (۲) ابن نجيم، زين الدين بن ابراهيم، الاشباہ والنظائر، تعليمية پريس، مكلتہ، ۱۴۲۰ھ، ص ۲۰۵
- (۳) ندوی، مجيب اللہ، مولانا، اسلامي فقہ، مكلتہ مدینہ، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ص ۳۰۵
- (۴) مصنف نادر، المجلد، قسطنطنیہ، المطبعة العثمانیة، ۱۳۰۵ھ، مادہ ۱۲۵، ص ۲۰
- (۵) اللبنانی، سليم رستم باز، شرح المجلد، دارالاشاعت العربیہ، قندھار، ۱۳۸۹ھ، ص ۶۹
- (۶) الزحيلي، وهبه، ڈاكٲر، الفقه الاسلامي وادلته، دارالفكر، دمشق، ۱۴۰۵ھ، ج ۴، ص ۵۶
- (۷) ايضاً، ص ۵۷
- (۸) ايضاً
- (۹) علي ابن ابوبكر، ابو الحسن، الهدايہ، كتاب الحجر، مكلتہ شركت علميہ، ملتان، ۱۳۹۶ھ، ج ۳، ص ۳۵۲
- (۱۰) ايضاً
- (۱۱) العيني، محمود بن احمد، ابو محمد، البنایہ في شرح الهدايہ، دمشق، دارالفكر، ۱۴۱۱ھ، ج ۱۰، ص ۸۷
- (۱۲) John Austin, Lectures on Jurisprudence, Vol II. London Murray, P.790 (نحوالہ: ڈاكٲر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامك پبلي كيشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، حصہ اول، ص ۱۲۸)
- (۱۳) امینی، محمد تقی، مولانا، اسلام کا زرعي نظام، مكلتہ امدادیہ، ملتان، ۱۹۵۴ء، ص ۱۸
- (۱۴) طاسين، مولانا، اسلام کی عادلانہ اقتصادي تعليمات، مجلس علمی، كراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۱۴۲
- (۱۵) سيوہاروی، حفظ الرحمن، مولانا، اسلام کا اقتصادي نظام، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۲۹
- (۱۶) ندوی، مجيب اللہ، مولانا، اسلامي فقہ، ص ۳۰۴
- (۱۷) مودودي، ابو الاعلیٰ، سيد، معاشیات اسلام، اسلامك پبلي كيشنز لميٲٲڈ، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۵۸
- (۱۸) ايضاً، ص ۵۹
- (۱۹) صدیقی، نجات اللہ، ڈاكٲر، اسلام کا نظریہ ملکیت، مٲولہ بالا
- (۲۰) القرآن ۱۱:۸۷
- (۲۱) عثمانی، شفيق، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، كراچی، ۱۴۱۵ھ، ج ۴، ص ۶۶۳
- (۲۲) مودودي، ابو الاعلیٰ، سيد، معاشیات اسلام، ص ۷۱